سُن چکے حال تباہی کا مرے اور سنو
اب تمھین کچھ مری تقریر مزا دیتی ہے

بونڈی سے بیگم صاحبہ اور مرزا برجیس قدر نیپال کو روانہ ہوے۔ سید قطب الدین لڑائی مین مارے جا چکے تھے۔ مین بہزار مشکل فیض آباد آئی پہلے سرا مین اوتری۔ پھر تر پولیے کے پاس ایک کمرہ کرائے کو لے لیا تھا۔ ایک ماما نوکر رکھ لیے۔ گانا بجانا شروع کر دیا۔

فیض آباد مین رہتے ہوے اب مجھے چھ مہینے گذر چکے ہین۔ وہان کی آب وہوا طبیعت کے بہت موافق ہے۔ دل لگا ہوا ہے۔ آٹھوین دسوین کوئی نہ کوئی مجرا آ جاتا ہے۔ اوسی پر بسر ہے۔ تمام شہر مین میرے گانے کی دھوم ہے۔ جہان مجرا ہوتا ہے ہزارون آدمی ٹوٹ پڑتے ہین۔ میرے کمرے کے نیچے لوگ تعریفین کرتے ہوے نکلتے ہین۔ مین دل مین خوش ہوتی ہون۔ کبھی کبھی خواب وخیال کی طرح بچپن کی باتین بھی یاد آ جاتی ہین۔ اور اسکے ساتھ ہی دل مین اک جوش سا پیدا ہوتا ہے مگر انتزاعِ سلطنت۔ غدر۔ برجیس قدری۔ یہ سب سانحے آنکھون کے سامنے گذر چکے ہین۔ کلیجا پتھر کا ہو گیا ہے۔ ماں باپ کے تصور کے ساتھ ہی یہ خیال آتا ہے۔ خدا جانے اب کوئی زندہ بھی ہو یا نہ ہو۔ اور اگر ہو تو اب اونکو مجھسے کیا مطلب۔ وہ اور عالم مین ہون گے۔ مین اور عالم مین ہون۔ خون کا جوش سہی۔ مگر کوئی غیرتدار آدمی مجھسے ملنا گوارا نہ کرے گا۔ اب اون سے ملنے کی کوشش کرنا اونکو رنج دینا ہے۔ گھر کا خیال آتے ہی یہ باتین دل مین آتی تھین۔ پھر طبیعت اور طرف متوجہ ہو جاتی تھی۔

لکھنؤ کی یاد اکثر ستاتی تھی۔ مگر جب انقلاب کا خیال آتا تھا۔ دل بھر جاتا تھا۔ اب وہان کون ہے۔ کسکے لیئے جاؤن۔ خانم جیتی ہین تو کیا ہوا۔ اون سے اب کیونکر بنے گی۔ وہ وہی اگلی حکومت جتائینگی۔ مجھے اب اونکی قید مین رہنا کسی طرح منظور نہ تھا۔ جو مال میر صاحب کی بہن کے پاس امانت تھا۔ وہ اب کیا ملے گا۔ تمام لکھنؤ لٹ گیا۔ میر صاحب کا گھر بھی لٹ گیا ہوگا۔ ہو گا اب خیال ہی بیکار ہے۔ اور اگر نہین لٹا تو بھی اوسکی ضرورت ہی کیا ہے۔ میرے

ہاتھہ لگے جو کچھہ موجود ہے وہ کیا کم ہے۔

ایکدن کمرے پر بیٹھی ہوئی ہون۔ ایک صاحب شریفانہ صورت ادھیڑ سے تشریف لائے۔ مین نے پان بنا کے دیا۔ حقہ بھروا دیا۔ حالات دریافت کرنے سے معلوم ہوا۔ بہو بیگمصاحبہ کے عزیزون سے ہین۔ وثیقہ پاتے ہین۔ مین نے باتون باتون مین مقبرہ کی روشنی کی امید اوٹھا کے پرانے ملازمون کا ذکر چھیڑا۔

مین۔ اگلے نوکرون مین اب کون کون رہگیا ہے۔

نوابصاحب۔ اکثر مرگئے۔ نئے نئے نوکر ہین۔ اب وہ کارخانہ ہی نہین رہا بالکل نیا انتظام ہے۔

مین۔ اگلے نوکرون مین ایک بڈھے جمعدار تھے۔

نواب۔ ہان تھے۔ تم اونھین کیا جانو۔

مین۔ غدر سے پہلے مین ایک مرتبہ محرم مین فیض آباد آئی تھی مقبرے پر روشنی دیکھنے گئی تھی۔ اونھون نے میری بڑی خاطر کی تھی۔

نواب۔ وہی جمعدار تھا جنکی ایک لڑکی نکل گئی تھی۔

مین۔ یہ مجھے کیا معلوم! (دل مین) ہائے افسانہ ابتک مشہور ہے!۔

نواب۔ یون تو کئی جمعدار تھے۔ اور اب بھی ہین۔ مگر روشنی وغیرہ کا انتظام غدر سے پہلے وہی کرتے تھے۔

مین۔ ایک لڑکا بھی اونکا تھا۔

نواب۔ تمنے لڑکے کو کہان دیکھا۔

مین۔ اوسدن اون کے ساتھہ تھا۔ اپنی شکل بھی ملتے کم دیکھی ہے۔ بن کہے مین پہچان گئی تھی۔

نواب۔ جمعدار غدر سے پہلے ہی مر گئے۔ وہی لڑکا اونکی جگہہ نوکر ہے۔

اسکے بعد بات کے ٹالنے کے لیے مین نے اور کچھہ حالات ادھر اودھر کے پوچھے نوابصاحب نے سوز پڑھنے کی فرمایش کی۔ مین نے دو سوز سنائے۔ بہت محظوظ ہوئے رات کچھہ زیادہ آگئی تھی گھر تشریف لے گئے۔

باپ کے مرنے کا حال سنکے مجھے بہت ہی رنج ہوا۔ اوسدن رات بھر روئی کی دوسرے

دن بے اختیار جی چاہا بھائی کو جا کے دیکھ آؤن۔ دو دن کے بعد ایک مجرا آگیا اوسکی
تیاری کرنے لگی۔ جہان کا مجرا آیا تھا۔ وہان گئی۔ محلے کا نام یاد نہین۔ مکان کے
پاس بہت بڑا پرانا املی کا درخت تھا۔ اوسی کے نیچے نگیرہ تانا گیا تھا۔ گرد قناتین
تھین۔ بہت بڑا مجمع تھا۔ مگر لوگ کچھ ایسے ہی ویسے تھے۔ قناتون کے پیچھے
اور سامنے کھپریلون مین عورتین تھین۔ پہلا مجرا کوئی نو بجے شروع ہوا۔ بارہ بجے
تک رہا۔ اس مقام کو دیکھ کے مجھے وحشت سی ہوتی تھی۔ دل اُمڈا چلا آتا تھا۔ صاف
یہی جی مین آتا تھا کہ یہین میرا مکان ہے۔ یہ املی کا درخت وہی ہے۔ جسکے نیچے
مین کھیلا کرتی تھی۔ جو لوگ محفل مین شریک تھے اونمین سے بعض آدمی ایسے معلوم
ہوتے تھے جیسے مین نے انکو کہین دیکھا ہے۔ شبہ مٹانے کے لیے مین قناتون کے
باہر نکلی۔ گھرون کی قطع کچھ اور ہو گئی تھی۔ اس سے خیال ہوا۔ شاید یہ وہ جگہ نہو۔
ایک مکان کے دروازے کو غور سے دیکھا کی۔ دل کو یقین ہو گیا تھا کہ یہی میرا مکان ہے
جی چاہتا ہے مکان مین گھسی چلی جاؤن۔ مان کے قدمون پر گر پڑون۔ وہ گلے لگا لیگی
مگر جرأت نہ ہوتی تھی۔ اسلیے کہ مین جانتی ہون وہان مین رنڈیون سے بہت
ہی پرہیز کرتے ہین۔ دوسرے باپ بھائی کی عزت کا خیال تھا۔ نواب صاحب کی لونڈیون
سے معلوم ہو چکا تھا کہ جمعدار کی لڑکی کا نکل جانا لوگون کو معلوم ہے۔ پھر جی کہتا تھا ہائے
کیا غضب ہے۔ صرف ایک دیوار کی آڑ ہے۔ اُدھر میری امان بیٹھی ہونگی۔ اور مین
یہان اونکے لیے تڑپ رہی ہون۔ اک نظر صورت دیکھنا بھی ممکن نہین۔ کیا مجبوری
ہے۔ اسی ادھیڑ بن مین تھی کہ ایک عورت نے آکے پوچھا۔ "تمھین لکھنؤ سے
آئی ہو"

مین۔ ہان۔ اب تو میرا کلیجہ ہاتھون اوچھلنے لگا۔

عورت۔ اچھا تو ذرا ادھر چلی آؤ۔ تمھین کوئی بلاتا ہے۔

مین۔ "اچھا" یہ کہہ کے اوسکے ساتھ چلی۔ ایک ایک پاؤن گویا سو سو من کا
ہو گیا تھا۔ قدم رکھتی کہین تھی پڑتا کہین تھا۔

وہ عورت اوس مکان کے دروازے پر مجھکو لے گئی جسے مین اپنا مکان سمجھے ہوئی
تھی۔ اس مکان کی ڈیوڑھی مین ایک چارپائی پر مجھکو بٹھا دیا۔ اندر کے دروازے پر

ٹاٹ کا پردہ پڑا ہوا تھا۔ اوسکے پیچھے دو تین عورتین آ کے کھڑی ہو ئین۔

ایک۔ لکھنؤ سے تمھین آئی ہو۔ مین۔ جی ہان۔

دوسری۔ تمھارا نام کیا ہے۔

مین۔ (جی مین تو آیا کہہ دون امیرن مگر پھر دل کو تھام کے) امراؤ جان۔

پہلی۔ تمھارا وطن خاص لکھنؤ ہے۔

مین۔ (اب مجھسے ضبط نہو سکا۔ آنسو نکل پڑے۔ اصلی وطن تو یہی ہے جہان کھڑی ہون

پہلی "تو کیا بنگلے کی رہنے والی ہو؟"

مین۔ (آنکھون سے آنسو برابر جاری تھے) بمشکل جواب دیا) جی ہان۔

دوسری۔ کیا تم ذات کی پتریا ہو۔؟

مین۔ ذات کی پتریا تو نہین ہون۔ تقدیر کا لکھا پورا کرتی ہون۔

پہلی۔ (خود رو کے) اچھا تو روتی کیون ہو۔ آخر کہو پھر تم کون ہو۔؟۔

مین۔ (آنسو پونچھ کے) کیا بتاؤن کون ہون۔ کچھ کہتے بن نہین پڑتا۔

اتنی باتین مین نے بہت دل کو سنبھال کے کی تھین۔ اب بالکل تاب ضبط نہ تھی سینے مین دم رکنے لگا تھا۔

اتنے مین دو عورتین پردے کے باہر نکلین۔ ایک کے ہاتھ مین چراغ تھا۔ اوسنے میرے منہ کو ہاتھ سے تھام کے کان کی لو کے پاس غور سے دیکھا۔ اور یہ کہہ کے دوسرے کو دکھایا۔ اور کہا "کیون ہم نہ کہتے تھے۔ وہی ہے۔"

دوسری "ہائے میری امیرن" کہہ کے لپٹ گئی۔ دونون مان بیٹیان چیخین مار مار کے رونے لگین۔ ہچکیان بندھ گئین۔ آخر دو عورتون نے آ کے چھڑایا۔ اِسکے بعد مین نے اپنا سارا قِصّہ دوہرایا۔ میری مان بیٹھی سُنا کی اور رویا کی۔ باقی رات ہم دونون وہین بیٹھے رہے۔ صبح ہوتے مین رخصت ہوئی۔ مان نے چلتے وقت جس حسرت بھری نگاہ سے مجکو دیکھا تھا وہ نگاہ مرتے دم تک مجھے نہ بھولے گی۔ مگر مجبوری۔ روز روشان نہ ہونے پایا تھا کہ مین سوار ہو کے اپنے ڈیرے پر چلی آئی۔ دوسرا مجرا صبح کو ہوتا۔ مگر مین نے گھر پر آ کے کل روپیہ مجرے کا واپس دیا۔ اور بیماری کا بہانہ کہلا بھیجا دولہا کے باپ نے آدھا روپیہ پھیر دیا۔ اوس دن دن بھر میرا جو حال رہا۔ خدا ہی کو

خوب روشن ہے۔ کمرے کے دروازے بند کرکے دن بھر پلنگ پر پڑی رویا کی۔ دوسرے دن شام کو کوئی دو گھڑی رات گئے ایک جوان سا آدمی سانولی رنگت کوئی بیس بائیس برس کی عمر۔ پگڑی باندھے۔ سپاہیوں کی ایسی وردی پہنے میرے کمرے پر آیا۔ مین نے حقہ بھروا دیا۔ پاندان مین پان نہ تھے۔ ماما کو بلا کے چپکے سے کہا۔ پان لے آؤ۔ اتفاق سے اور کوئی بھی اوسوقت نہ تھا۔ کمرے مین مین ہون اور وہ ہے۔

جوان۔ "کل تمہین مجرے کو گئی تھین"۔ یہ اس تیور سے کہا تھا کہ مین جھجک گئی۔

مین۔ ہان۔ اتنا کہہ کے اوسکے چہرے کی طرف جو دیکھا۔ یہ معلوم ہوتا تھا جیسے آنکھون سے خون ٹپک رہا ہے۔

جوان۔ (سر نیچا کرکے) خوب گھرانے کا نام روشن کیا۔

مین (اب سمجھی کہ یہ کون شخص ہے) اسکو تو خدا ہی جانتا ہے۔

جوان۔ ہم تو سمجھے تھے تم مر گئین۔ مگر تم ابتک زندہ ہو۔

مین۔ بے غیرت زندگی تھی نہ مری۔ خدا تمہین جلد موت دے۔

جوان۔ بیشک اس زندگی سے موت لاکھ درجہ بہتر تھی۔ تمہین تو چلو بھر پانی مین ڈوب مرنا تھا۔ یا کچھ کھا کے سو رہی ہوتین۔

مین۔ خود اتنی سمجھ نہ تھی۔ اور نہ آج تک کسی نے یہ نیک صلاح دی۔ اب سہی۔

جوان۔ اگر ایسی ہی غیرت ہوتی تو اس شہر مین کبھی نہ آتین۔ اور آئی بھی تھین تو تمہین اس محلے مین مجرے کو جانا تھا۔ جہان کی رہنے والی تھین۔

مین۔ ہان اتنی خطا ضرور ہوی۔ مگر مجھے کیا معلوم تھا۔

جوان۔ اچھا۔ اب تو معلوم ہو گیا۔ مین۔ اب کیا ہوتا ہے۔

جوان۔ (بہت ہی غصہ ہوکے) اب کیا ہوتا ہے! اب کیا ہوتا ہے۔ اب یہ (چھری کمر سے نکال کے مجھپر جھپٹا دونون ہاتھ پکڑ کے گلے پر چھری رکھدی) ہوتا ہے۔

اتنے مین ماما بازار سے پان لے کے آئی۔ اوسنے جو یہ حال دیکھا۔ لگی چیخنے۔ ارے دوڑو۔ بوی کو کوئی مارے ڈالتا ہے۔

جوان - (چھری گلے سے ہٹا کے ہاتھ چھوڑ دیئے) "عورت کو کیا مارون - اور عورت بھی کون - بڑی . . . . ."

اتنا کہہ کے دھاڑیں مار مار کے رونے لگا۔

مین - پہلے ہی سے اور ہی تھی - جب اوسنے گلے پر چھری رکھی تھی - جان کی خوف سے ایک دھچکا سا کلیجے پر پہنچا تھا - اوس سے دم بخود سی ہو گئی تھی - جب وہ چھوڑ کر رونے لگا مین بھی رونے لگی۔"

امانے دو ایک چیخین ماری تھین - جب اوسنے یہ حال دیکھا - کچھ چپ سی ہو رہی - ادھر مین نے اشارے سے منع کیا - ایک کنارے کھڑی ہو گئی۔

جب دونون خوب رو دھو چکے -

جوان - (ہاتھ جوڑ کے) "اچھا تو اس شہر سے کہین چلے جاؤ۔"

مین - کل چلی جاؤنگی - مگر ایک مرتبہ مان کو اور دیکھ لیتی -

جوان - بس اب دل سے دور رکھو - معاف کرو - کل امان نے تمھین گھر پر بلا لیا - مین نہ ہوا - نہین تو اوسی وقت وارا نیارا ہو جاتا - محلے بھر مین چرچے ہو رہے ہین -

مین - تمنے دیکھ لیا - جان سے تو مین ڈرتی نہین - مگر ہائے تمھاری جان کا خیال ہے - تم اپنے بچون کے سر پر سلامت رہو - خیر اگر جیتے رہے تو کبھی نہ کبھی خیر و عافیت سن ہی لیا کرین گے -

جوان - برائے خدا کسی سے ہمارا ذکر نہ کرنا -

مین - اچھا -

وہ جوان تو اوٹھ کے چلا گیا - مین اپنے غم مین بتلا تھی - امانے اور جان کھانا شروع کی -

ماما - یہ کون تھے - !

مین - رنڈی کے مکان پر ہزار آدمی آتے ہین - کوئی تھے - تمھین کیا - بہر طور ماما کو ٹالدیا - رات کی رات سو رہی - صبح کو اوٹھ کے لکھنؤ چلنے کی تیاری کی - شامون شام شکرم کرایہ کر کے روانہ ہو گئی -

---

لکھنؤ مین آکر خانم کے مکان پر اوتری - وہ چوک - وہی کمرا - وہی ہم ہین - اگلے آنے والون

سے کچھ لوگ کلکتہ چلے گئے تھے۔ کچھ اور شہرون مین نکل گئے تھے۔ شہر مین نیا انتظام۔ نئے قانون جاری تھے۔ آصف الدولہ کے امام باڑے مین قلعہ تھا۔ چارون طرف دمدمے بنے ہوئے تھے۔ گول دروازے سے لیکر دریا اور دور تک مکانات کھدے ہوئے پڑے تھے۔ جا بجا چوڑی چوڑی سڑکین نکل رہی تھین۔ گلیون مین کھمبے بنائے جاتے تھے۔ نالے نالیان صاف کیجاتی تھین۔ غرضکہ لکھنؤ اب اور ہی کچھ ہو گیا تھا۔

مین دو چار مہینے خانم کے مکان پر رہی۔ اوسکے بعد بہ لطائف الحیل ایک علیحدہ کمرہ لیکر رہنا شروع کیا۔ زمانے کے انقلاب کے ساتھ خانم کی طبیعت بھی کچھ بدل گئی تھی۔ مزاج مین ایک قسم کی بے پروائی سی ہو گئی تھی۔ جو لڑکیان نکل کے علیحدہ ہو گئی تھین۔ اونکا تو ذکر کیا۔ جو ساتھ رہتی تھین اون کے روپے پیسے سے کوئی واسطہ غرض نہ تھی۔ میرا علیحدہ ہو جانا بھی کچھ اون کے مزاج کے خلاف نہ گذرا۔ دوسرے تیسرے مین جاتی تھی۔ سلام کرکے چلی آتی تھی۔ اوسی زمانے مین نواب محمود علیخان صاحب سے مجھسے تپاک بڑھا۔ پہلے کچھ دنون تشریف لایا کیے۔ پھر نوکر رکھا۔ اوسکے بعد مجھے پابند کرنا چاہا۔ بھلا مجھسے کب ہو سکتا تھا کہ گھر مین رہون اور اپنے قدیم ملنے والون سے ملاقات ترک کرون۔ جب مین نے نوابصاحب کی طبیعت کا یہ رنگ دیکھا۔ ترک تعلق کرنا چاہا۔ نوابصاحب نے عدالت مین دعوی کر دیا کہ "یہ مجھسے نکاح ہے"۔ عجب آفت مین جان پھنسی۔ مقدمہ کی پیروی مین ہزارون روپے صرف ہوئے۔ عدالت ابتدائی مین فیصلہ نوابصاحب کے موافق ہوا۔ اب مجھے روپوش ہونا پڑا۔ مدتون چھپی چھپی پھری۔ وکیل کی معرفت اپیل کی۔ اپیل مین نوابصاحب ہارے۔ نوابصاحب نے عدالت عالیہ مین اپیل کی۔ یہان بھی ہارے۔ اب ناجائز دھمکیان دینا شروع کین۔ "مار ڈالون گا" "ناک کاٹ لون گا" اس زمانے مین مجکو جان کی حفاظت کے لیئے دس بارہ آدمی لٹھ بند نوکر رکھنا پڑے جہان جاتی ہون یہ آدمی فینس کے ساتھ ساتھ ہین۔ ناک مین دم ہو گیا۔ آخر مین نے فوجداری مین مچلکے کا دعوی کیا۔ گواہون سے ثابت کرا دیا کہ بیشک نوابصاحب درپئے آزار ہین۔ حاکم نے نوابصاحب سے مچلکہ لے لیا۔ اب جا کے جان چھوٹی۔ چھ برس تک ان مقدمون مین پھنسی رہی۔ خدا خدا کرکے نجات ہوئی۔